شانِ انساں میں خلوص اور جو حول آیا ہے | فطرۃً وصفِ بہائم کا یہ سرمایا ہے
نیک ماحول کسی نے جو کبھی پایا ہے | نخلِ کردار۔ محبت کا ثمر لایا ہے

یہ ثمر ہو جو مقدر میں تو زندہ ہے بشر
ہو نہ توفیقِ محبت تو درندہ ہے بشر

صحنِ عالم میں بہت ایسے بھی ہیں بے توفیق | زندگی میں ہے درندہ صفتی جن کی رفیق
بامروت نہ وفادار، نہ مونس، نہ خلیق | ہو تقابل تو ہیں دل سنگ بہت چند شفیق

کربلا دیکھ لو، آئے تھے گزندے لاکھوں
آدمی صرف بہتر تھے، درندے لاکھوں

ان درندوں کی جو تخمیر میں خونخواری ہے | سب کا خوں پیتے ہیں۔ یوسف ہے کہ بازاری ہے
ان میں ایک ایک شقی پیکرِ غداری ہے | قاسم خلد سے جلتا ہے، بڑا ناری ہے

کلمہ جب اسے انسان بنا دیتا ہے
بغضِ حیدر اسے حیوان بنا دیتا ہے

"کون" کے ساتھ طبیعت میں جو اس کی ہے فنا | وجہ نیرنگیٔ عالم ہے، یہ آدم کا تضاد
بانیٔ خیر کی مخلوق میں شر کی بنیاد | اللہ اللہ صفی زادوں میں ابلیس نہاد!

لوحِ تقدیر پہ کیا جانیے کندہ کیا ہے
صرف اللہ ہی واقف ہے کہ بندہ کیا ہے

عہ بناؤ، بننا

عہ بگاڑ، بگڑنا، مٹنا

دستِ قابیل سے ہابیل کا قتلِ ناگاہ | بشریّت کا ہے پہلا ستم انگیز گناہ
صرف افراد کا قاتل ہی نہیں یہ گمراہ | اس کی دم ضرب نے کیے کتنے ہی گھر بار تباہ

خون کی پیاس فرو ہو، یہ کہاں ممکن ہے
دیو بھی جس سے لرزتے ہیں یہ ایسا جن ہے

آدمی دنگ ہیں انساں کُشی سے اس کی | نہیں بنتی رہ ہستی میں کسی سے اس کی
عالمِ روح میں ہلچل تھی خودی سے اس کی | جب تو واقف تھے ملک فتنہ گری سے اس کی

عرش پر پہلے پہل ذکر جب اس کا آیا
لب پہ قرآن کے مَن یُفسِدُ فیہا آیا

مانعِ خیر ہے احساس یہی اس کا | جور و تخریب سے بھرتا ہی نہیں جی اس کا
ظلم کی شرع میں شیطان ہے مفتی اس کا | مار و کژدم سے سوا نفس ہے موذی اس کا

سانپ اس کے نفسِ گرم سے بل کھاتے ہیں
اژدہے اس کے تنفّس سے پگھل جاتے ہیں

حسد و کینہ وری سے جو یہ پنجے گاڑے | گرگ بن جائے شکم سیکڑوں چیرے پھاڑے
پھر بھلا شیر کی کیا تاب جو آئے آڑے | بشریّت صفتِ پیلِ دماں چنگھاڑے

وہ درندہ ہے یہ درندۂ اژدر کی قسم
جس کو موسیٰ کا عصا چاہیے، حیدر[1] کی قسم

دلِ دنیا طلب اس کا جو ہوس کا ہو شکار | ہے یہ تب کلبِ شکاری سے بھی بڑھ کر خونخوار
بھوت کینے کا جو ایسے میں ہو گردن پہ سوار | کلب کے قلب کی بھی پھر تو یہ ہوتی ہے پکار

نہ جگہ دیجیو یارو اسے حیوانوں میں
یہ ابوجہل ہے اس وقت کے انسانوں میں

[1] حضرت علیؑ جنھوں نے جھولے میں اژدہے کو چیرا جو کعبۃ اللہ میں رہتا تھا اور کتنی ہی جانیں لے چکا تھا۔

اس سے امید جو باندھے۔ اسے بے آس کرے | کوئی کٹ جائے کہ مر جائے۔ نہ وسواس کرے
دور و نزدیک کسی کا بھی نہ کچھ پاس کرے | جس پہ دندانِ ہوس تیز کرے۔ ناس کرے

حق میں اغیار کے بگڑا ہوا سیارہ ہے
اور اقارب کے لیے عقربِ جرارہ ہے

دورِ حاضر میں بہت اس کے جو دنداں ہیں دراز | استخواں تک کا بشر کے اسے حاصل ہے جواز
گوشِ دل سن تو سہی درد بھری یہ آواز | کیا یہ چلّاتا ہے بیروت کہ اے ارضِ حجاز

شعلہ باری کے لیے اب تو نہ دے تیل اسے
یہ تو ناری ہے جہنم کی طرف پیل اسے

قاتلوں سے کلمہ گویوں کے یہ بیع و خرید | منھ سے اسلام کا دعویٰ ہے، عمل سے تردید
کھینچ لے ہاتھ تو رک جائے یہ سب ظلمِ شدید | ساتھ اس شمر کا دے کر تو نہ بن تو بھی یزید

آج اس سے ہے مسلماں کے بھرم کا سودا
کل عجب کیا ہے جو ہو جائے حرم کا سودا

اس درندے میں بھی ان اگلے درندوں کی ہے خو | جن کے جبڑوں میں ہے مر کر بھی مسلماں کا لہو
جن کے مذکور میں بھی آتی ہے مُردار کی بو | چرخِ ظالم بھی کرے نام پہ جن کے تھو تھو

ظلم سا ظلم کہ تا وقتِ سزا زندہ ہے
کربلا زندہ ہے اور کرب و بلا زندہ ہے

؎ یہ مرثیہ اس زمانے میں تصنیف ہوا جب اسرائیل کے ہاتھوں بیروت میں عام مسلمانوں کا اور خصوصاً اثنا عشری طبقے کے افراد کا قتلِ عام ہو رہا تھا اور سعودی عرب کی طرف سے حملہ آوروں کو تیل کی سپلائی جاری تھی۔

ان درندوں کا تسلسل ہے ازل سے جاری | جن کے کرتوت کی شاہد ہے کتابِ باری
جہل سے جن کے ابوجہل نے ہمت ہاری | دل چبا لیتے تھے کشتوں کا دم خونخواری

بھیڑیے نفس کے۔ انفاس میں انساں کی طرح
خبث شیطاں کی طرح۔ دانت تھے حیواں کی طرح

وہ بھی تھے مورثِ اعلیٰ۔ انھیں شیطانوں کے | جو ہوئے مشتعل۔ ملے غول میں حیوانوں کے
ہاں مگر کہتے ہیں سیاح بیابانوں کے | کچھ درندوں میں بھی اوصاف ہیں انسانوں کے

یوں بھی فطرت کا رخ اک دور میں پھرتے دیکھا
شیروں کو آدمی کے پاؤں پہ گرتے دیکھا

اسد اللہ و ید اللہ کی ہیبت کی قسم | حکم انساں پہ درندوں کے ہوئے ہیں سرخم
متوکل کا وہ دربار، وہ شاہی کا حشم | وہ نقی۔ جانِ تقی۔ پاک نسب۔ نیک شیم

علم اِدھر تھا تو اُدھر غرۂ دارائی تھا
آپ تھے شیرِ خدا۔ وہ سگِ صحرائی تھا

ناگہاں اک زنِ کذاب نے آ کر یہ کہا | میں کہ ہوں بنتِ علی نام ہے زینب میرا
ہے سن و سالِ جوانی مرے نانا کی دعا | میری تعظیم کرو اٹھ کے زلیخا سے سوا

تھا یہ قول اس کا وہاں اور یہاں نقل یہ ہے
کفر ہرگز یہ نہیں کفر کی ہاں نقل یہ ہے

علما بزم میں حاضر تھے جو یکتائے زمن | زن کے اس دعویِ باطل سے ہوئے سب بدظن
مڑ کے ناگاہ خلیفہ نے کیا ان سے سخن | دے جواب اس کا کوئی آپ ہیں سب ماہرِ فن

[illegible] ذہن اور لب کو اس آواز نے یوں کاٹا تھا [illegible]
[illegible] مسکراتے تھے نقی، بزم میں سناٹا تھا [illegible]

جہل سے سب علما رہ گئے تکتے تکتے | وہ بھی گھبرا گئے، دھن کے جو بڑے تھے پکے
تھے تو شاطر ہی مگر چھوٹ گئے تھے چھکے | فکر ذہنوں کو دیے جاتی تھی پیہم دھکے

علمِ ناقص کا یہ ایک اک نے مزہ چکھا تھا
مرد تھے سب، جنھیں عورت نے پچھاڑ رکھا تھا

عالموں کا تو یہ عالم تھا کہ تھی گنگ زباں | زنِ طرّار تھی ہر سو بہ تحکّم نگراں
سُنّی بزم میں اور گورِ غریباں کا سماں | علما سر بہ گریباں، تو خلیفہ حیراں

آنکھ اٹھاتے ہوئے ایک، ایک سے شرماتا تھا
ایک رنگ آتا تھا چہروں پہ اور اک جاتا تھا

تھی وہ عورت متقاضی کہ ملے کچھ تو جواب | رُخِ عبّاسیِ کج فہم کا تھا رنگ خراب
شعلۂ بغضِ علی سے جو دل اس کا تھا کباب | جل کے اک بار ضمیر اس کا پکار اٹھا شتاب

جزدرِ علم یہ عقدہ نہ کہیں حل ہوگا
وہ نقی سامنے بیٹھے ہیں یہیں حل ہوگا

رخ کیا اس نے بصد عجز شہِ دیں کی طرف | دست بستہ ہوا سائل وہ ندامت کا ہدف
پسرِ ختمِ رسالت، گہرِ درِّ نجف | وحی و الہام بہ کف علم امامت کی صدف

رہ نمائی کے لیے آپ کچھ ارشاد کریں
وہ طمانچہ ہو کہ جاہل علما یاد کریں

قلزمِ علم سے پیدا ہوئی موجِ الہام | «مایشاؤن» کے انداز میں بولے [illegible] امام
سن رکھے زینبِ مصنوعی و کاذب یہ کلام | خون ہے عترتِ زہرا کا درندوں پہ حرام

نہ سزا دو، نہ ستاؤ، نہ جھنجھوڑو اس کو
اس کٹہرے میں جہاں شیر ہیں چھوڑو اس کو

۱؎ مایشاؤن الا ان یشاء اللہ
۲؎ وہ اللہ کی مرضی کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔

کانپ اٹھی یہ سخن سن کے زنِ بازاری | رنگِ رخ بن کے ہوا ہو گئی سب عیاری
گر گئی پائے خلیفہ پہ بہ آہ و زاری | معترفِ علمِ امامت کے ہوئے درباری

بزمِ علمی میں بُرہنہ ہوئے جاموں والے
رہ گئے اپنا سا منھ لے کے عماموں والے

تھی مگر آلِ محمدؐ سے خلیفہ کو جو کد | مشتعل ہو گیا آتشکدۂ بغض وحسد
مانعِ علم و یقیں اس کی جو تھی نیتِ بد | قدرتِ حق کا نہ قائل تھا، بسانِ ابوجد

جاہلِ محض بھی تھا۔ صرف تغافل ہی نہ تھا
متوکل کو کبھی حق پہ توکّل ہی نہ تھا

خال و خد نے ہوسِ دل کی جو کی غمازی | اہلِ محفل میں ہوئی پھر تو اشارہ بازی
فتنۂ تازہ نے ماحول سے کی دمسازی | اب یہ فرماتے ہیں تحریر امامِ رازی

غل مچا۔ ہم ابھی سر ان کے قدم پر دھر دیں
شیرِ زہرا کی یہ تاثیر جو ثابت کر دیں

آ گیا غیرتِ عصمت کو جو یہ سنتے ہی جوش | یا علی کہہ کے اٹھے آپ، بہ ایمائے سروش
علم و اعجاز در انگشت، کرامت بر دوش | وہ جلالت کہ اڑے سطوتِ شاہی کے بھی ہوش

اہلِ گردوں کو رسولِ عربیؐ یاد آئے
اہلِ تاریخ کو رہ رہ کے علیؑ یاد آئے

اک مکاں میں جو مقید تھے وحوشِ صحرا | امتحاں گاہِ امامت وہی اس وقت بنا
بام پر بہرِ تماشا متوکل جو گیا | ہمرکاب اس کے ہوئے سارے وہ جعلی علما

جب درندوں کی طرف سیدِ خوش ذات چلے
لے کے ہمراہ بزرگوں کی روایات چلے

زہد و تقوا جو تقی کا ہمہ تن لے کے چلے
شان بابا کی، تو دادا کا چلن لے کے چلے
کاظم الغیظ[س] کی سیرت کا چمن لے کے چلے
صادقِ[ع] آلِ محمدؐ کا دہن لے کے چلے
چرخ پابوس کی حسرت میں جھکا جاتا تھا
علم باقرؑ کا، تو سجّاد کا حلم آتا تھا

جذبۂ حق طلبی ساتھ بہ صد زینت و زین
شکرِ معبود کے دامن میں لیے صبرِ حسین
حسنِ پاک کی بالغ نظری، قلب کا چین
ہر قدم فاطمہ زہرا کی سیادت ما بین
غل درندوں میں ہوا خیرؑ ورا آ پہنچے
ضیغمِ بیشۂ ضرغامِ خدا آ پہنچے

اسد اللہ کے پوتے کی جو پائی آہٹ
اسدِ چرخ چھپا برجِ اسد میں جھٹ پٹ
آہنی باب کا دربان نے کھولا اک پٹ
دی صدا گاوِ زمیں کو یہ فلک نے کروٹ
ٹیک دے سر کو بلا شرط دم غور نہیں
وارثِ شیرِ الٰہی ہیں کوئی اور نہیں

ہو گئے بند یہ سنتے ہی درندوں کے دہن
پیشوائی کو بڑھے سہمے ہوئے جیسے ہرن
بھیڑیے بھیڑ کے مانند جھکائے گردن
شیر اپنائے ہوئے گربۂ اہلی کا چلن
جھک گئے پاؤں پہ سر گردنِ مینا کی طرح
آنکھیں قدموں پہ ملیں مردمِ بینا کی طرح

دیکھ کر دور سے یہ منظرِ اعجازِ امام
گر گیا خوف سے غش کھا کے خلیفہ ناکام
مچ گیا غل۔ متوکل کا ہوا کام تمام
آفتابِ لبِ بام اب اسے سمجھو سرِ بام
بعد کچھ دیر کے چونکا جو وہ غافل رہ کے
ہوش آنے پہ بھی انداز تھے بہکے بہکے

س یہ غصہ پی جانے والا مراد امام موسیٰ کاظم
ع امام جعفر صادق

اِس طرف شیر طوافِ شہِ دیں میں تھے تمام | بیچ میں کعبۂ مقصود تھے مولائے انام
پشت پر ہاتھ جو پھیرا کیے تا دیر امام | دم ہلاتے رہے وحشی کہ سمجھتے تھے مقام

کہ ہے تسبیحِ رسالت کے جنھیں دانوں سے
جانور اچھے ہیں ایسے تو مسلمانوں سے

یہ کرامت کہ نہ دیں آل کو ایذا موذی | گو کہ ہے سارے ائمہ میں، جو ہیں آلِ نبیؐ
مظہرِ خاص مگر اس کا جو ٹھہرے ہیں نقی | نیک و صالح ہوں تو ہے آپ کی اولاد میں بھی

امتحاں میں نہ رہ بغض و حسد پر چلیے
حضرتِ شاہؑ ولایت کی لحد پر چلیے

گھر عقارب کا ہے مدفن کا احاطہ بالکل | قبر پہ بکھرے ہیں یوں، جیسے مزاروں پہ ہوں گُل
گو کہ اس بات کا تا دورِ زمانے میں ہے غل | پھر بھی زوار ہزار آتے ہیں جب ہوتا ہے قُل

ہاتھ میں بچھوؤں کو لوگ اٹھا لیتے ہیں
جب ذرا ڈنک چھوو دم کو دبا لیتے ہیں

ان عقارب کو احاطے سے جو لاؤ باہر | آدمی گر کے ہو بیہوش وہ ماریں نشتر
وہیں پہنچانے کے وعدے پر اٹھا لاؤ اگر | وقتِ موعود تک ان سے کوئی ڈر ہے نہ خطر

یہ کرامات ہے زندہ، دلِ حق جو دیکھے
ہو جو مشکوک وہ بچھو کو ابھی چھو دیکھے

؎ جو شہر امروہہ ضلع مراد آباد (یوپی بھارت) میں ہے اور جہاں ہزارہا بچھو ہوتے ہیں مگر کسی زائر کو نہیں کاٹتے۔ باہر لاؤ تو ایسا ڈنک مارتے ہیں کہ آدمی تڑپ جاتا ہے۔ ؏ سالانہ عرس جو آپ سے عقیدت رکھنے والے مسلمان منعقد کرتے ہیں

نسل میں اُن کی جو لوگ اُن کی تباہی سے ہیں دور | اس کرامات پہ دادا کی نہ فرمائیں غرور
جس نے یہ قوتِ اعجاز عطا کی ہے حضور | اس کی ضد پر بھی ہے قادر وہ کریم اور غفور

عملِ بد سے ڈرو، دور سے تکتے ہیں وہ
نیشِ عقرب ہو تو پھر جھاڑ بھی سکتے ہیں وہ

خطرۂ وحشی و موذی میں ضمانت ہیں نقی | گردشِ چرخ میں اللہ کی رحمت ہیں نقی
جب بشر ظلم کریں، صبر کی آیت ہیں نقی | امتحاں گاہِ تولا و عداوت ہیں نقی

ان کی قربت سے بشر خلد کے عالم میں گئے
جو انھیں چھوڑ گئے سیدھے جہنم میں گئے

ہاتھ میں حق کی عطا سے ہے شریعت کی زمام | نگراں جنبشِ ابرو کی طرف ہے اسلام
وارثِ علمِ نبیؐ ہیں یہ علی کے ہمنام | نائبِ پنجتن پاک تو دسویں ہیں امام

ان کی پھیلی ہے مہک شرع کے ہر رستے میں
بارھواں پھول ہیں چودہ کے یہ گلدستے میں

صورتِ مہر میں ان کے فضائل ہیں جلی | گل ہیں جس شاخ کے احمدؐ یہ اسی کی ہیں کلی
ان کی طینت ہے اسی نور کے سانچے کی ڈھلی | خود علی، جد بھی علی، مورثِ اعلیٰ بھی علی

میرا کیا منہ جو کہوں میں کہ نقی کیسے ہیں
جن کا پوتا ہے محمدؑ یہ علی ایسے ہیں

ان کی تشبیہ دو عالم میں یہاں ہے نہ وہاں | گر کہوں مہر تو وہ شام و سحر ہے سوزاں
چاند سے کیجیے تشبیہ تو یہاں داغ کہاں | یدِ بیضا ہے جبیں پر جو ہے سجدے کا نشاں

جانِ زہراؑ ہیں، نہ ثابت ہیں نہ سیارہ ہیں
جلوۂ احمدؐ مختار کا شہپارہ ہیں

سہ باگ
عہ امام مہدی آخرالزماں جن کا اسم گرامی محمد ہے۔

محفلِ کن سے ہیں یہ ذاتِ پیمبر میں شریک | ایسے مشتق کہ بہر حال ہیں مصدر میں شریک
خون کی وجہ سے جان و دلِ حیدر میں شریک | کثرتِ نسل سے ہیں سورۂ کوثر میں شریک

جو معاند تھے وہ اُبتر کی سند بن کے رہے
نقوی طعنۂ بوجہل کا رد بن کے رہے

اب وجد کو جو ملی تھی وہ کرامت پائی | وہی طینت، وہی سیرت، وہی عصمت پائی
امتیازی بھی مگر ایک فضیلت پائی | ساڑھے چھ سال کا سن تھا کہ امامت پائی

خلف الصدق بھی اسلاف کے ہمسر بھی ہیں
سب سے چھوٹے ہیں مگر سب کے برابر بھی ہیں

علم کا ان کے یہ عالم کہ عدو بھی قائل | اک سمندر تھا معارف کا جسے کہتے ہیں دل
قید خانہ تھا خلافت کا جب ان کی منزل | ان کے ناخن سے کھلے جو ہوئے عقدے مشکل

بے بصیرت پہ بھی معیارِ نظر کھلتا تھا
ان کے لب کھلتے تھے یا علم کا در کھلتا تھا

والیِ روم نے اک بار خلافت کو لکھا | میں نے انجیلِ مسیحا کی اک آیت میں پڑھا
درِ فردوس کی کنجی ہے وہی اک سورہ | جس میں وہ حرف نہ ہوں ذیل میں جو ہیں لکھا

زے نہ ہو جیم نہ ہو۔ خے بھی نہ ہو۔ تے بھی نہ ہو
ظوے منقوط نہ ہو شین بھی، اور فے بھی نہ ہو

میں نے سب دیکھ لیں توریت و زبور و انجیل | ایسے سورے کی کہیں ان میں نہ پائی تمثیل
تم بھی قرآں کو کہتے ہو کلامِ تنزیل | ہو جو سورہ کوئی ایسا تو لکھو بالتعجیل

ہوں گا ممنون بھی اسلام بھی لے آؤں گا
پھر وہیں دوڑ کے انعام بھی لے آؤں گا

پڑھ کے اس خط کو بلائے گئے سارے علما | جن کے عمامے تھے پُر پیچ بگولوں سے سوا
تنِ فربہ پہ مزین وہ عبا اور وہ قبا | جن کے دامن میں چھپے وسعتِ داماں ہوا
بولے دل جبکہ یہ دستار ہے یہ جامہ ہے
پھر تو ایک ایک بڑا عالم و علامہ ہے

سب نے حیرت سے سنا خط کا جو مضمونِ ادق | منہ پہ چھٹنے لگی ہتاب۔ ہوئے چہرے فق
رخ ابھی زرد خجالت سے۔ ابھی مثلِ شفق | سب کے سب جیسے اِدھر سے تھے اُدھر تک ابلق
چپ تھے اس طرح کہ زندہ بھی تھے بے جان بھی تھے
کور باطن بھی تھے اور حافظِ قرآن بھی تھے

سب کو جب سونگھ گیا سانپ تو اک شخص اٹھا | دست بستہ بہ صد آداب خلیفہ سے کہا
ہاشمی اک جو وہ قیدی ہے گرفتارِ بلا | لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کا عالم ہے بڑا
زندگی گو وہ بسر قید میں فرماتے تھے
راز اللہ کے یوسف بھی تو بتلاتے تھے

ہو گیا حکم۔ بلائے گئے مولائے زماں | اب وضاحت مری ہو جائے گی۔ بولا قرآں
قید خانے سے چلے حریت آموز جہاں | جھک گیا چرخ کہ تسلیم! امامِ دوراں
بولا رضواں۔ چمنِ خلد کے پھول آتے ہیں
دبدبہ بڑھ کے پکارا کہ رسولؐ آتے ہیں

زینتِ کرسیِ دربار ہوئے دین کے شاہ | خط سنا۔ ڈالی فقیہوں کے عماموں پہ نگاہ
متبسم ہوئے۔ بولے یہ بصد صولت و جاہ | سورۂ حمد ہے وہ جس کا ہے جز بسم اللہ
اس کے سب حرف تو فردوس کا اک جادہ ہیں
بے کے نیچے جو ہے نقطہ وہ مرے دادا ہیں

سنتے ہی یہ کلماتِ پسرِ ختمِ رسل | چاٹتے رہ گئے ہونٹوں کو وہ علامۂ کل
کھل گئے بزم کے چہرے صفتِ غنچۂ گل | مچ گیا بھٹکی ہوئی قوم میں صلوات کا غل
وقت نے بڑھ کے ندا دی یہ بڑی شان کے ساتھ
رابطہ آلِ محمدؐ کو ہے قرآں کے ساتھ

بے تینوں میں جو پیدا ہوا ماحولِ یقیں | ظاہراً کچھ تو جھکی کبرِ خلافت کی جبیں
خود خلیفہ نے یہ کی عرض کہ اے قبلۂ دیں | سورۂ حمد میں کس وجہ سے یہ حرف نہیں
بولے شہ عیب ہے اعلیٰ میں جو کم ظرف آئیں
حرف آ جائے گا سورے میں جو یہ حرف آئیں

ہیں تہجی میں جو ان حرفوں سے لفظیں منسوب | ان کا مفہوم ہے منحوس۔ ادب میں معیوب
سورۂ حمد ہے رحمت، برکت خوب ہی خوب | نیک و بد جمع اگر ہوں تو گھٹے جذبِ قلوب
حل نہیں ہوتا ہے قرآں جہاں بانی سے
اس بلاغت کا تعلق ہے زباں دانی سے

عرض کی۔ ہے یہ بلاغت ابھی تشریح طلب | بولے مولا کہ یہ مکتب میں ہے دستورِ عرب
درس دیتے ہیں الف بے تے کا اطفال کو جب | جس طرح دال سے دم۔ ذے سے ذم۔ رے سے
فے سے فرقت ہے یہ بچوں کو بتا دیتے ہیں
ظوے سے ظلم اسے یاد کرا دیتے ہیں

زے سے زقوم تھوہر جس کا ہلاکت ہے پھل | خے سے خسران۔ جو نقصان و تباہی کا عمل
ثے مثلث سے ثبور۔ اس کا ہے مفہوم اجل | شین سے شر کہ زمانے میں ہے جو وجہِ خلل
جیم سے سب کی زبانوں پہ جہنم آتا ہے
اور اس سورے میں رحمان و رحیم آتا ہے

یہ ہیں اُس وقت کی باتیں کہ نقی کا تھا شباب | قلزمِ علم تھے طفلی کے بھی عالم میں جناب
گوہرِ معرفتِ ذات کے دُرِّ نایاب | تھی نہ کچھ فکر کی حاجت۔ وہ سوال اور یہ جواب
ازلی علم یہ تھا اور ابدی علم یہ تھا
برتر از ماہ و سن و سال و صدی علم یہ تھا

تھی جو بچپن سے اسی علمِ لدُنّی پہ نظر | رعب وہ تھا کہ خلافت کو بھی تھا خوف و خطر
بند کرنے کے لیے رشد و ہدایت کا یہ در | وہ چلی چال کہ ہنستی تھی سیاست جس پر
کم سنی وجہ بنی جب یہ تحقیق ہوا
عالمِ وقت عُبَیْد ان کا آتالیق ہوا

نگراں اور معلّم کا ملا اس کو خطاب | اب نہ مل سکتے تھے اربابِ عقیدت سے جناب
یہ کرامت تھی کہ اعجازِ شہِ فیض مآب | تھے نظر بند۔ مگر کھول دیے علم کے باب
قول صادق ہے یہ علّامۂ مسعودی کا
معنوی خضر تھا جو آج کے مودودی کا

ایک عالم نے معلّم سے یہ اک دن پوچھا | توبہ توبہ! وہ غلامِ علوی کرتا ہے کیا
یہ سخن سن کے معلّم نے بگڑ کر یہ کہا | میں بھی اور تو بھی ہیں جب اُس کے وہ سب کا آقا
بخدا مستحقِ بارکِ و سلّم وہ ہے
متعلّم ہے یہ ناچیز، معلّم وہ ہے

لوگ سمجھے ہیں کہ میں دیتا ہوں اس کو تعلیم | وہ مجھے دیتا ہے تعلیم۔ مجھے ہے تسلیم
خلق میں جتنے بھی عالم ہیں جہاں بھی ہیں مقیم | سب سے وہ اعلم و علّام ہے۔ اللہ علیم
نازل و منزل و تنزیل کی تفصیل ہے وہ
مصحفِ پاک کی منھ بولتی تاویل ہے وہ

سہ: میرے پاس ہے۔ حدیث قدسی میں خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ علم میری طرف سے ملا ہے۔

منحرف حکمِ خلافت سے ہوا یوں جو عبید | تھے جو صیّاد وہ خود دام میں اپنے ہوئے صید
کوششیں تب ہوئیں خفیہ، یہ بصد حیلہ و کید | ختم کر دے انہیں کچھ ایسے کہ کوئی عمرو کہ زید
رات عفات کی نہ تھی ۔ فکر و نظر کا دن تھا
اب محمدؐ کے مدینے میں یہ ناممکن تھا

گو کہ اخلاصِ علی جانِ نبیؐ کی تھا سپر | پھر بھی گھیرے تھے امامت کو حسد کے لشکر
سات گزرے خلفا بدلے ہوئے راہ گزر | کام سب کا تھا مگر بغضِ علی ہر پھر کر
فلکِ مکر کے وہ سبعۂ سیّارہ تھے
افقِ صدق کا مولائے نقی تارہ تھے

عہدِ مامون میں تھا سر پہ تقی کا سایا | معتصم خانۂ عصمت پہ بلائیں لایا
عہدِ واثق پہ وثوق آپ نے کچھ فرمایا | رفتہ رفتہ متوکل کا زمانہ آیا
وہ تکبّر میں عزازیل کا ثانی نکلا
روحِ فرعون کی بدمست جوانی نکلا

کینۂ آلِ محمدؐ میں وہ تھا سب سے شدید | اس کا دربار بہر رنگ تھا دربارِ یزید
دمیری اور سیوطی نے بھی کی ہے تائید | خامۂ ابنِ کثیر اس کی ہے تائیدِ مزید
رات بھر دخترِ انگور کی زد میں ہوتا
صبح ہوتے کئی سو دُرّوں کی حد میں ہوتا

تھا اسی دور میں تبلیغِ امامت کا شباب | دینِ حق پر تھے ہزاروں نہیں لاکھوں اصحاب
جُو بہ جُو جم کے برستا تھا امامت کا سحاب | سامنے جس کے خلافت کے سپاہی تھے حباب
غرق ہو جاتا سفینہ جو مقابل آتا
عمر بھر بحرِ تمنا کا نہ ساحل آتا

کی وہ تدبیر کہ اکڑا ہوا بادل تو چھٹے | مگر اس مرحلے میں ایک بھی گردن نہ کٹے
وہ لگے ضرب دلوں پر کہ قدم پیچھے ہٹے | حوصلے پست ہوں، اور جرأتِ اخلاق گھٹے

ملتوی کر کے دل و جانِ تقی پر حملہ
کر دیا قبرِ حسین ابنِ علی پر حملہ

دے دیا حکم۔ مٹا دو شہِ دیں کا مدفن | ہل چلا دو لحدِ سبطِ نبیؐ پر فوراً
واں زراعت ہو، جہاں دفن ہے لب تشنہ دہن | قبر پر نہر گذر جائے تو سرسبز ہو بن

ذکر ہو پھر نہ شہادت کا نہ قربانی کا
نام باقی نہ رہے فاطمہ کے جانی کا

غرق ہو آب میں یوں تربتِ ابنِ زہرا | چل سکے پھر کسی زائر کو نہ مدفن کا پتا
پھر بھی آئے جو زیارت کو کوئی اہلِ ولا | اس کا گھر لوٹ لو، ناموس کو کر دو رسوا

کوئی تڑپے کہ مرے، رحم نہ زنہار کرو
کوڑے مارو۔ جو نہ مانے تو گرفتار کرو

کھد گیا، حکم کی تعمیل میں پیاسے کا مزار | ہل چلے جب تو زمیں کا بھی ہوا سینہ فگار
نہر کو کاٹ کے لائے جو ادھر ظلم شعار | رک گیا قبر کے پاس آتے ہی پانی اک بار

آئی آواز کہ پیاسوں کو بلا لو شبیر
خود فرات آئی ہے، اب پیاس بجھا لو شبیر

سب تھے حیران کہ پانی کی یہ فطرت، کہاں | پھر نشیبی ہے جگہ، کیوں نہیں ہوتا یہ رواں
روحِ زہرا کی پکاری یہ بہ صد آہ و فغاں | وجہ میں اس کی بتاتی ہوں، سنو اہلِ جہاں

قبر پر نہر کا پانی جو نہیں آتا ہے
مادلے شبیر میں شبیتہ سے شرماتا ہے

کوششیں کر کے تھکے فوجِ خلافت کے شقی | غرق پانی میں وہ تربت کسی صورت نہ ہوئی
زائروں پر بھی لعینوں نے بہت کی سختی | دُرّے کھاتے رہے، کٹتے رہے بڑھ بڑھ کے سبھی
"ہٹ کے پیچھے تو نہ ہرگز یہ قدم جائیں گے
مر بھی جائیں تو نہ اس قبر سے ہم جائیں گے"

عشقِ مظلوم میں سرشار تھے شیدائے امام | پشت تھی خون سے تر، جسم بھی زخمی تھا تمام
کسی بی بی کی یہ آتی تھیں صدائیں ہر گام | زائرو! مادرِ شبّیر کا تم پر ہو سلام
آج میں آئی ہوں مجرے کی گزارش کے لیے
کل یونہیں حشر میں آؤں گی سفارش کے لیے

نہ زیارت ہی رکی، اور نہ مٹی قبرِ امام | ہو گیا مکر میں اپنے متوکل ناکام
رخ کیا اب یہ رہِ راست سوئے شاہِ انام | پے بہ پے دعوتِ دربار کے بھیجے پیغام
سامرا میں بہ صد اصرار بلا کر چھوڑا
قبر میں بنتِ پیمبر کو رلا کر چھوڑا

بن کے مہمان شقی آئے جو امت کے امیر | وہاں ٹھہرائے گئے یہ، جہاں رہتے تھے فقیر
ایک دن بھی نہ ہوا، جب نہ رہے ہوں دلگیر | کر دیا شوم نے آخر انھیں زنداں میں اسیر
غربتِ عترتِ اطہار کی میراث ملی
قید میں عابدِ بیمار کی میراث ملی

ہائے وہ فاطمہ کا لال وہ زندانِ ستم | اشک پینے کو جہاں، کھانے کو ٹکڑے کی قسم
مالکِ جنت و کوثر کی غذا نعمتِ غم | اس قدر حبس، کہ گھٹ گھٹ کے نکلتا تھا دم
خاک کا فرش تھا اور چرخ کا نمگیرہ تھا
قلبِ شمرِ ولدُ القلب سے بھی تیرہ تھا

حکم درباں کو یہ۔ خوب انھیں تڑپائے
اُس کو تنبیہ و سزا ان پہ ترس جو کھائے
اُس کو انعام۔ اذیت جو بہت پہنچائے
کوئی فرزند بھی ملنے کو نہ آنے پائے
گو کہ عابد کی طرح شکل تھی رسوائی کی
واں حرم ساتھ تھے۔ یاں قید تھی تنہائی کی

ایک دن آپ پہ ظالم نے ستم یہ ڈھایا
دور تک اپنی سواری کے عقب دوڑایا
زخم تلووں میں پڑے صبر مگر فرمایا
ساربانِ حرمِ سبطِ نبی یاد آیا
واپس آئے تو المناک بھی بیمار بھی تھے
سنگ ریزے بھی کفِ پا میں تھے اور خار بھی تھے

جانِ احمدؐ سے یونہیں کرتا رہا بولہبی
آتشِ بغض مگر ظلم و ستم سے نہ دبی
قبرِ شبیرؑ سے پھر شوم نے کی بے ادبی
بال بکھرائے نظر آئے لعینوں کو نبیؐ
رو کے کہتے تھے۔ ہٹو ورنہ سزا دیتا ہوں
ابھی فریاد کی زہرا کو رضا دیتا ہوں

زائروں پر بھی لگائی گئی پھر پابندی
ہاتھ کاٹے گئے، یاد آ گئے عباسِ علی
سر قلم ہو گئے، پھر لاش بھی تشہیر ہوئی
بیکسی مسلمِ ناشاد کی آنکھوں میں پھری
اشقیا ان کے محبوں کو سزا دیتے تھے
اور نقی نیک ہدایت کی دعا دیتے تھے

ان مصائب میں گرفتار تھے ناگاہ سنا
متوکل کا لہو بیٹے کے ہاتھوں سے بہا
قید سے چھوٹے، مگر ظلم سے پیچھا نہ چھٹا
جو بھی آیا وہ انہیں کے لہو کا پیاسا
نشترِ غم سے سبھی قلب کو برماتے تھے
ایک سے ایک نیا ظلم شقی ڈھاتے تھے

ظلم سہتے رہے، اشک آنکھوں میں آیا تو پیا | بد دعا دل میں مچلتی رہی، ہونٹوں کو سیا
ایک دل سنگ خلیفہ نے مگر قہر کیا | ہائے مظلوم کو پانی نہ دیا، زہر دیا

پاس اس دم کوئی ہمدرد نہ شیدائی تھا
کس مپرسی میں عجب عالمِ تنہائی تھا

عسکری روتے تھے زانو پہ رکھے باپ کا سر | بہرِ امداد برادر تھا نہ کوئی خواہر
کربلا ایسے میں آجاتی تھی جب پیشِ نظر | دل سے آتی تھی یہ آواز۔ وہ جنگل تھا یہ گھر

گود میں فرقِ مطہر ہے یہاں بابا کا
تھا وہاں جلتی ہوئی ریت پہ سر دادا کا

یاں ابھی میں نے پلایا تھا پدر کو پانی | تین دن سے وہاں پیاسا تھا نبیؐ کا جانی
یاں میسر ہے کفن، دفن میں ہے آسانی | ہائے بے گور و کفن لاش کی واں عریانی

پارۂ دل ہے یہاں، اشک بہانے کے لیے
واں تھا بیمار پسر قید میں جانے کے لیے

ان مناظر کے تصور میں یہ تھے محو بکا | ناگہاں بولے یہ گھبرا کے ہمارے مولا
بہرِ تعظیم اٹھاؤ مجھے اے ماہ لقا | خلد سے لائے ہیں تشریف رسولِ دوسرا

ساتھ زہرا کے شہِ بدر و حنین آئے ہیں
میرے لینے کو حسن اور حسین آئے ہیں

پھر اٹھا کر سرِ پُر نور پکارے یہ امام | میرے نانا مرے دادا مری دادی کو سلام
کہہ کے یہ گر گئے تکیے پہ جو مولائے انام | عسکری روئے، تڑپنے لگیں ارواحِ کرام

پرسہ دیتا تھا نہ کوئی، نہ گلے ملتا تھا
پنجتن۔ روتے تھے اور عرشِ خدا ہلتا تھا

فاطمہ کرتی تھیں یہ بین تڑپ کر ہر بار | میرے شبّیر کے پوتے! تری غربت کے نثار
نسلِ شبّر کے جو نیلا ہے تن زار و نزار | وقت رحلت تجھے پانی بھی ملا۔ گل رخسار
کب گھرانا کہیں ایسا کوئی مظلوم ہوا
ساتواں تو مرا پوتا ہے جو مسموم ہوا

بس نسیم اب کہ قیامت سی ہے مجلس میں بپا | سب کے دل نرم ہیں رقت سے یہ ہے وقت دعا
عرض کر حق سے کہ اے منبعِ الطاف و عطا | جتنے ہیں مرثیہ گو، سب کو سکوں دے مولا
مدحِ شبّیر کا اعجاز دکھا دے یارب
ہاشمی کب سے ہے بیمار۔ شفا دے یارب